ملتان و اوچ کے سہروردی مشائخ

محمد ایوب قادری ایم۔اے

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ عراق عجم کے قصبہ سہرورد میں ۵۳۶ھ ۱۱۴۱ء میں پیدا ہوئے اور بغداد میں اپنے چچا ابو نجیب عبد القاہر کے سایۂ عاطفت میں پرورش و تربیت پائی۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء سے مروجہ علوم حاصل کئے۔ حدیث، فقہ، کلام اور علوم ادبیہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے۔ تصوف اور زہد و اتقاء میں اپنی نظیر آپ تھے۔ خلفائے بغداد اور بہت سے امراء و سلاطین شیخ سہروردی کا بہت احترام کرتے تھے۔ وہ سنت کے نہایت متبع تھے اور شافعی مسلک رکھتے تھے۔ فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ محرم ۶۳۲ھ ۱۲۳۴ء میں بغداد میں انتقال کیا۔ شیخ سہروردی کثیر تصانیف کے مالک تھے۔ بروکلمان نے اپنی مشہور عربی ادب کی تاریخ میں شیخ کی اکتیس کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ حکیم شمس اللہ قادری نے ان میں سے دس کا مفصل تعارف کرایا ہے[۲]۔ سب سے اہم کتاب عوارف المعارف ہے جو تصوف کی نہایت مقبول اور اہم کتاب سمجھی جاتی ہے صوفیاء کے حلقوں میں اس کا باقاعدہ درس ہوتا تھا[۳]۔ ہندوپاکستان میں نامور

---

[۱] امام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی از حکیم شمس اللہ قادری ص ۱۲ تا ۱۶

[۲] ” ” ایضاً ص ۲۱ تا ۲۳

[۳] حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سے شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی نے عوارف کے پانچ باب پڑھے تھے ملاحظہ ہو فوائد الفواد از امیر حسن سنجری (اردو ترجمہ) ص ۱۱۶ (اللہ والے کی قومی دکان لاہور ۱۹۵۶ء)

علماء اور مصنفین نے عوارف المعارف پر شروح و حواشی لکھے ہیں اور مختلف زبانوں فارسی ترکی اور اردو[1] میں ترجمے ہوئے ہیں[2]

شیخ شہاب الدین سہروردی اجل صوفیائے کرام میں ہیں۔ لوگ مختلف دیار و امصار سے بغداد میں آکر شیخ سے فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ ان کے نامور خلفاء میں قاضی حمید الدین ناگوری (ف ۶۴۱ھ ۱۲۴۳ء) شیخ نور الدین مبارک غزنوی (ف ۶۳۲ھ ۱۲۳۴ء) اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی (ف ۶۶۵ھ ۱۲۶۶ء) خاص طور سے قابل ذکر ہیں ان حضرات کے ذریعے ہند پاکستان میں سہروردی سلسلہ کی خاص طور سے ترویج و اشاعت ہوئی۔ یہاں ہم آخر الذکر شخصیت حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور ان کے خانوادے اور سلسلہ کے ان مقتدر شیوخ کا ذکر کریں گے جن کی تبلیغی و روحانی سرگرمیوں کے مراکز خاص طور سے ملتان واوچ رہے۔

بہاء الدین زکریا ملتانی

شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی ۵۶۶ھ ۱۱۷۲ء میں قصبہ کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے بارہ سال کے تھے کہ ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔

خراسان اور بخارا میں علوم متداولہ کی تحصیل کی پھر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بغداد پہنچکر شیخ شہاب الدین سہروردی کے حلقۂ ارادت میں منسلک ہوگئے اور بہت قلیل عرصے میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور مرشد کے حکم کے مطابق ملتان کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ ان اطراف میں حضرت زکریا ملتانی کی بدولت سہروردی سلسلہ کی بڑی نشر و اشاعت

---

[1] اردو زبان میں سب سے پہلے عوارف المعارف کا ترجمہ مولوی ابوالحسن فریدآبادی نے کیا تھا جو ۱۸۹۳ء میں نول کشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔ ۱۹۶۳ء میں حافظ رشید احمد ارشد نے دوبارہ اردو ترجمہ کیا ہے جسے شیخ غلام علی (لاہور) نے شائع کیا ہے۔

[2] عوارف کا خلاصہ مفتاح الہدایہ و مفتاح الکفایہ کا انگریزی ترجمہ کرنل ایچ ڈبلیو کلارک نے ۱۸۹۱ء میں لندن سے شائع کیا

اور ترویج و تبلیغ ہوئی۔ ہزارہا اشخاص حلقہ ارادت میں منسلک ہوئے اور بہت سے مشرف بہ اسلام بھی ہوئے۔ مغربی پاکستان کے اکثر قبیلے حضرت زکریا ملتانی کی تعلیم و تلقین سے مسلمان ہوگئے[1] شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کے تربیت یافتہ درویشوں کی جماعتیں ملتان، سندھ اور اس کے گرد و نواح میں مسلسل دورے کرتیں اور اس سے بہت مفید نتائج نکلے۔

سلطان شمس الدین التمش اور بہاءالدین زکریا ملتانی سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ اوچ ملتان میں اس وقت اگرچہ ناصرالدین قباچہ کی حکومت تھی مگر شیخ زکریا ملتانی کی تمام تر ہمدردیاں سلطان التمش سے وابستہ تھیں اور انہوں نے کھل کر التمش کا ساتھ دیا۔ قباچہ کے استیصال کے بعد یہ تعلقات اور بھی استوار ہوگئے التمش نے شیخ زکریا ملتانی کو شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کیا[2] ۶۶۵ھ / ۱۲۶۶ء میں اس عظیم المرتبت صوفی شیخ کا ملتان میں وصال ہوا[3] حضرت جلال سرخ ساکن اوچ حضرت زکریا ملتانی کے مشہور خلیفہ ہیں۔

صدرالدین عارف

صدرالدین عارف ۶۲۱ھ / ۱۲۲۴ء میں پیدا ہوئے اور اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ زکریا ملتانی کے

---

[1] دعوت اسلام (اردو ترجمہ پریچنگ آف اسلام از ٹی ڈبلو آرنلڈ) از مولوی عنایت اللہ دہلوی ص ۳۰۰ (طبع علی گڑھ ۱۸۹۸ء)

[2] ملتان کے سہروردی مشائخ کے سلاطین سے تعلقات اور ان کی سیاسی سرگرمیوں پر پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڑھ) نے ایک مفصل تحقیقی مقالہ لکھا ہے جو میڈیول انڈیا کواٹرلی علی گڑھ (جلد سوم شمارہ اول و دوم) میں شائع ہوا ہے۔

[3] حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کے مفصل حالات مولانا نور احمد خاں فریدی نے بڑے دل چسپ انداز میں تذکرۂ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے نام سے لکھے ہیں جو ۱۹۵۵ء میں قصر الادب جگووالہ ضلع ملتان سے شائع ہوئے ہیں۔

سایہ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی قرآن کریم سے بڑا شغف رکھتے تھے اس لئے عارف مشہور ہوئے[۱] اور اپنے والد حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے وصال کے بعد رشد و ہدایت کی مسند پر متمکن ہوئے[۲] ترکے میں سات لاکھ درہم نقد ملے، مگر سخاوت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ ایک ہی دن میں ساری دولت فقراء و مساکین میں تقسیم کردی[۳]۔ مگر اس جود و سخا کے باوجود ان کے یہاں دولت کی فراوانی تھی۔ ایک مرتبہ شیخ رکن الدین فردوسی (ف ۷۲۴ھ/۱۳۲۴ء) ملتان پہنچے[۴] اور حضرت صدر الدین عارف کے مہمان ہوئے، تو ایسا پُرتکلف دسترخوان بچھا جیسا کہ بادشاہوں کے یہاں ہوا کرتا ہے۔ حضرت شیخ عارف کے سامنے طرح طرح کے کھانے اور حلوے تھے[۵]

شیخ عارف مسندِ رشد و ہدایت کے صدر نشین ہونے کے ساتھ ساتھ مسند درس کو بھی زینت بخشتے تھے۔ ہر مبتدی و منتہی کو درس دیتے تھے یہاں تک کہ صرف و نحو کے طلباء کو بھی محروم نہ فرماتے تھے۔ تصریف جدولی شیخ عارف کی تصنیف ہے[۶] شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں[۷] کہ ہندوستان کے مشائخ میں سب سے پہلے آپ تھے، جنہیں شیخ ابن عربی کے نظریات اور تصنیفات کے متعلق شیخ فخر الدین عراقی (ف ۶۸۸ھ) کے ذریعہ معلومات بہم پہنچیں۔ شیخ عراقی شیخ عارف کے بہنوئی

---

۱ سیر العارفین از حامد بن فضل اللہ جمالی ص ۱۲۸ (مطبع رضوی دہلی ۱۳۱۱ھ)

۲ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ غالباً ہندوستان میں موروثی سجادہ نشینی یہ پہلی اہم رسم ہے جس پر بعد میں اوچ کے بخاری پیروں نے عمل کیا (آب کوثر، ص ۲۰۱)

۳ سیر العارفین ص ۱۲۸

۴ رکن الدین فردوسی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ سلسلہ فردوسیہ از معین الدین دردائی

۵ بزم صوفیہ ص ۱۰۷-۱۰۸

۶ تذکرہ صدر الدین عارف جلد اوّل از نور احمد خاں فریدی ص ۹۹ (قصر الادب جگو والہ ۱۹۵۸ء)

۷ آب کوثر ص ۲۳۲ و سیر العارفین ص ۱۳۹-۱۴۰

اور حضرت زکریا ملتانی کے مرید خاص تھے[51] حضرت عارف کے زمانے میں سہروردیہ بہائیہ سلسلہ کی وسعت سندھ و ملتان سے شمالی ہند تک پہنچ گئی۔ بدایوں میں شیخ حسام الدین معروف بہ حاجی جمال ملتانی (ف ۶۸۷ھ ۱۲۸۸ء) مشہور صاحب نسبت بزرگ تھے، جو شیخ عارف کے خلیفہ تھے[52] ۷۰۹ھ ۱۳۰۹ء میں شیخ عارف کا انتقال ہوا ان کے ملفوظات کنوز الفوائد کے نام سے ان کے مرید ضیاء الدین نے جمع کئے تھے شیخ عارف کے خلفاء میں اوچ کی دو ممتاز شخصیتیں حضرت احمد کبیرؒ اور شیخ جمال خنداں روؒ ہیں۔

شیخ رکن الدین ابوالفتح

شیخ رکن الدین ابوالفتح ۶۴۹ھ ۱۲۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ وہ اپنے جد امجد کے براہ راست مرید اور اپنے والد شیخ صدرالدین عارف کے خلیفہ تھے، انہیں اپنے زمانے میں بڑا عروج حاصل ہوا۔ سلطان علاؤ الدین خلجی ان کا بڑا معتقد تھا، حضرت اس کی زندگی میں دو مرتبہ دہلی گئے۔ سلطان نے بڑی عقیدت سے استقبال کیا اور رخصت کے وقت کئی لاکھ تنکے نذر کئے مگر انہوں نے سب مستحقین و فقراء میں تقسیم کر دیئے۔

قطب الدین مبارک شاہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی سے خصومت رکھتا تھا اس لئے اس نے حضرت رکن الدین ملتانی کو دہلی بلایا اور چاہا کہ شیخ دہلی میں قیام کریں[53] جب حضرت شیخ ملتانی دہلی پہنچے تو حضرت شیخ المشائخ نے ان کا استقبال کیا اور یہ شیخین السعیدین آپس میں

---

[51] شیخ عراقی کے حالات کے لئے دیکھئے بزم صوفیہ ص ۱۵۳ - ۱۶۰

[52] حاجی جمال ملتانی کے حالات کے لئے دیکھئے اخبار الاخیار ص ۷۶ سیر العارفین ص ۱۳۸ - ۱۳۹ تذکرۃ الواصلین از مولوی رضی الدین بدایونی ص ۳۷ - ۴۰ (نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء)

[53] حضرت شیخ رکن الدین سے سلاطین دہلی کے تعلقات کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو بزم صوفیہ ص ۲۶۳ - ۲۷۳

بڑے خلوص و محبت سے ملے بادشاہ نے حضرت ملتانی سے ملاقات کے دوران میں پوچھا کہ سب سے پہلے آپ کا کس نے استقبال کیا تو فرمایا لہ "کسے کہ بہترین اہل شہر است"

جب ملتان میں کشلو خاں نے بغاوت کی اور محمد تغلق نے اس کو شکست دے کر اہل ملتان کے خون کی ندیاں بہانے کا حکم دیا اور اس پر عمل بھی شروع ہو گیا تو حضرت رکن الدین ابوالفتح ننگے پاؤں بادشاہ کے پاس سفارش کے لئے گئے اور اہل شہر کو معافی دلائی عصامی لکھتا ہے ؎

یکے آتشے کینہ را برفروخت — وزاں آتش اقصائے ملتان بسوخت

چو بشنید در شہر طوفان خون — برہنہ سر و پائے آمد بروں

کشادہ زبانِ شفاعت گری — ہمی گفت شاہا جہاں پروری

براہلِ گناہ نزد اہل صفا — پسندیدہ تراست عفو از جزا

چو بشنید آں شاہ آفاق گیر — شد از شیخ مشفق شفاعت پذیر

۷۳۵ھ ۱۳۳۵ء میں حضرت کا انتقال ہوا، ملتان میں حضرت رکن الدین کا عالی شان مقبرہ ہے جو دنیا کی مشہور ترین عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت کے کوئی اولاد نہ تھی۔ خلفاء میں شیخ وجیہہ الدین سامیؒ (ف ۷۳۸ھ) سہ حمید الدین حاکمؒ (ف ۷۳۷ھ) سہ اور حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ وغیرہ مشہور ہیں، اب ہم اوچ کے مشائخ کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے پہلے اوچ کی علمی و ثقافتی حیثیت کو پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

لہ سیر الاولیاء ص ۱۳۶

ٹہ فتوح السلاطین ص ۴۴۳ (طبع مدراس)

سہ شیخ وجیہہ الدین کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۱۳۱ سیر العارفین ص ۱۴۵-۱۴۷

سہ حمید الدین حاکم کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ جلیلہ از مولوی دستگیر نامی ص ۱۲۳ تا ۱۲۶ (لاہور سنہ ۱۹۶۰ء)

اوچ مرکز علم وعرفان

اوچ ایک قدیم تاریخی شہر ہے، جہاں سکندر اعظم تک کے قدم پہنچے ہیں[1] ہندوؤں کے زمانے میں یہ شہر مرکزی حیثیت کا مالک تھا اور مسلمانوں کے ابتدائی دور حکومت میں بھی اس کو نہایت عروج حاصل ہوا۔ غزنوی عہد میں اوچ میں ایک نامور بزرگ صفی الدین گازرونی پہنچے۔ وہ مشہور صوفی بزرگ خواجہ ابو اسحٰق[2] گازرونی کے مرید اور بھانجے تھے۔ صفی الدین گازرونی نے ۳۹۸ھ/۱۰۰۸ء میں وصال فرمایا[3] یہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اوچ میں مدرسہ اور خانقاہ قائم کی۔ وہاں سے ہزاروں طالبان حق فیض حاصل کرتے تھے۔ حضرت گازرونی نے اوچ کو بہت ترقی دی۔ بہت سی عمارتیں بنوائیں[4] اور بقول

۱ؔ دی اینشینٹ جاگرفی آف انڈیا از الیگزنڈر کننگھم ص۲۴۲-۲۴۳ (لندن ۱۸۷۱ء)

۲ؔ ابو اسحاق گازرونی بن شہر یار اپنے زمانے کے بڑے اجل شیخ ہیں ابو علی حسین بن محمد فیروزآبادی سے علم تصوف حاصل کیا۔ علم حدیث میں بڑا درجہ رکھتے تھے مکہ میں شیخ ابو الحسین علی بن عبداللہ کی زیارت کی تھی اور ان سے حدیث روایت کرتے ہیں (ملاحظہ ہو نفحات الانس، از شیخ عبدالرحمان جامی ص۱۶۱ مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۸۸۵ء) ابو اسحاق گازرونی فارسی الاصل تھے۔ ان کے والد مشرف باسلام ہوئے تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بدایونی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو اسحٰق گازرونی کے والد پارچہ بافی کیا کرتے تھے (فوائد الفواد ص۲۰۸) ۴۲۶ھ میں انتقال ہوا۔

۳ؔ مولوی حفیظ الرحمان نے تاریخ اوچ میں صفی الدین گازرونی کی ولادت ۳۵۳ھ اور اوچ میں آمد ۳۷۳ھ لکھی ہے مگر مولوی حفیظ الرحمان کے مآخذ کا ذکر نہیں ملتا کہ انہوں نے صفی الدین گازرونی کے سنن اور حالات کہاں سے لئے ہیں۔

۴ؔ شیخ عبدالحق محدث لکھتے ہیں کہ "بنائے بلدۂ اچہ وعمارت از صفی الدین شدہ است" (اخبار الاخیار ص۲۰۵)

مؤلف تاریخ اوچ حضرت گازرونی کے مدرسہ میں ڈھائی ہزار طالب علم تعلیم پاتے تھے[۱] حضرت گازرونی کی خانقاہ اوچ بخاری کے شمالی جانب محلہ خوجے میں واقع ہے۔ اس کے بعد اوچ کی سب سے زیادہ ترقی ناصرالدین قباچہ کے عہد (۶۰۷ھ ۱۳۱۰ء تا ۶۲۵ھ ۱۲۲۸ء) میں ہوئی۔ اس زمانے میں یہ شہر علم وفضل کے اعتبار سے دلّی کی ٹکر کا تھا۔ قاضی منہاج سراج نے اس شہر کو "حضرت اچہ" لکھا[۲] قباچہ کے عہد میں اوچ میں بڑے بڑے علماء و فضلاء شعراء و حکما علم و حکمت اور شعر و ادب کی مجلسیں جمائے ہوئے تھے۔ تاتاریوں کی غارت گری اور دہشت انگیزی سے بھاگ کر لوگ اوچ پہنچتے تھے اور قباچہ کے انعام واکرام سے سرفراز ہوتے تھے[۳] طبقات ناصری کے مولف قاضی منہاج سراج ۲۶ جمادی الاول ۶۲۴ھ کو اوچ پہنچے اور چھ ماہ بعد ذی الحجہ میں مشہور دارالعلوم "مدرسہ فیروزی" ان کے سپرد ہوا[۴]

قباچہ کا وزیر عین الملک بھی علم دوست اور علماء و فضلاء کا قدرداں تھا۔ تذکرہ لباب الالباب کا مؤلف[۵] شدیدالدین عوفی اس معارف پرور وزیر کے الطاف و عنایات کا خاص طور پر معترف ہے۔ عوفی کا تذکرہ عین الملک کی سرپرستی میں لکھا گیا۔ عوفی کی دوسری تصنیف جوامع الحکایات ولوامع الروایات[۶] ناصرالدین قباچہ کی تحریک پر شروع ہوئی، مگر اس کتاب کے مکمل ہونے سے

---

۱ تاریخ اوچ ص۶۹

۲ طبقات ناصری ص۵۶ (مرتبہ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی طبع لاہور)

۳ ایضاً ص۵۶-۵۷ ۴ ایضاً ص۵۷

۴ مؤلف لباب الالباب کا نام بعض نے صدرالدین یا نورالدین بھی لکھا ہے (بزم مملوکیہ ص۲۱۶)

۵ اس کتاب کا اردو ترجمہ و تلخیص ادیب ابن ادیب اختر شیرانی مرحوم نے کی ہے جو انجمن ترقی اردو (ہند) کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

پہلے ہی قباچہ کی کتابِ حیات ختم ہوگئی۔ عوفی کی ایک کتاب مدائح السلطان کا بھی ذکر ملتاہے ناصرالدین قباچہ کے عہد میں پاکستان کی سب سے پہلی تاریخ چچ نامہ عربی سے فارسی میں منتقل ہوئی اور وزیر عین الملک کے نام پر معنون کی گئی لہ

اس کتاب کا مؤلف محمد بن علی بن حامد بن ابی بکر اپنے وطن کوفے سے اوچ پہنچا اور اس نے اس کتاب کا عربی نسخہ مولانا کمال الدین سے حاصل کرکے فارسی میں منتقل کیا اصل کتاب ڈاکٹر محمد بن عمر داؤد پوتہ مرحوم کی ترتیب وحواشی کے ساتھ شائع ہوچکی ہے اردو اور سندھی میں بھی اس کتاب کا ترجمہ ہوچکاہے۔

قباچہ کے عہد میں اوچ تعلیم وتدریس کا بڑا مرکز تھا مدرسہ گازرونی اور مدرسہ فیروزی کا ذکر ہوچکاہے۔ ناصرالدین قباچہ نے اس زمانہ کے مشہور عالم قاضی قطب الدین کاشانی کے لئے ملتان میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا۔

قاضی کاشانی ایسے عظیم المرتبت عالم تھے کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ان کے اقتداً میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ جب وہ دہلی پہنچے تو شمس الدین التمش نے ان کا بڑا اعزاز فرمایا۔[۲] مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں کہ بعد میں قاضی کاشانی اوچ آگئے تھے اور یہاں بھی ان کے لئے مدرسہ تعمیر ہوا تھا[۳] یہ بات محل نظر ہے کیونکہ قطب الدین کاشانی دہلی کے بعد پھر ملتان ہی میں مقیم رہے اور ان کے مدرسہ میں طلبائے مستعدین کا اجتماع ہوگیا ملتان ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ دسویں صدی ہجری تک قلعہ (ملتان) پر ان کی قبر معلوم ومشہور تھی[۴]

لہ چچ نامہ صـ۷ ۲ہ فوائدالفواد صـ۱۹۱ تا ۱۹۲

۳ہ تاریخ اوچ صـ۱۴۴ - ۱۴۵

۴ہ تاریخ اوچ کا یہ بیان بھی غلط ہے کہ قطب الدین کاشانی کا انتقال اوچ میں ہوا اور جنگ پورہ میں دفن ہوئے (تاریخ اوچ صـ۱۴۴ - ۱۴۵

۶۲۵ھ / ۱۲۲۸ء میں ناصر الدین قباچہ شمس الدین التمش سے شکست کھاکر دریائے سندھ میں غرق ہوگیا۔ اس کے بعد اوچ کی مرکزی حیثیت ختم ہوگئی اور مغلوں کے پیہم حملوں کی وجہ سے یہ شہر خاصا تباہ و برباد ہوا۔ ناصر الدین قباچہ کے عہد کے بعد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے زمانے میں اوچ کو سب سے زیادہ شہرت و عظمت حاصل ہوئی اور آج اوچ صرف ایک معمولی سے قصبہ کی صورت میں اپنے شان دار ماضی کا نوحہ خواں ہے جس کا ذرہ ذرہ علم و عرفان کا روشن آفتاب اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے [۱]

حضرت جلال سرخ بخاری

حضرت جلال سرخ بخاری[۲]، مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے جدّ امجد، اپنے دور کے نامور شیخ اور خاندان بخاری کے ممتاز فرد ہیں۔

یہ وہ شخص[۳] ہیں جن کو بخارا سے ہند پاکستان آنے پر سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔ پہلے ملتان پہنچے اور پھر کچھ عرصے بعد بھکر کا رخ کیا۔ وہاں کے ایک رئیس بدر الدین بن صدر الدین خطیب کی بیٹی سے عقد ہوگیا۔[۴] بدر الدین بھکری کے مزید حالات نہیں ملتے۔ ابن بطوطہ ۷۳۴ھ / ۱۳۳۳ء میں بھکر پہنچا ہے۔ وہ بدر الدین، ان کے خاندان یا اولاد و احفاد کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اس نے وہاں

---

[۱] اوچ ضلع بہاولپور (مغربی پاکستان)، میں واقع ہے اسٹیشن ڈیرہ نواب صاحب (احمد پور شرقیہ) ہے وہاں سے اوچ کو بس جاتی ہے۔ یہ قصبہ تین حصوں اوچ بخاری ۲۔ اوچ گیلانی اور ۳ اوچ موغلاں پر مشتمل ہے۔

[۲] یہ بزرگ مختلف القاب اور اسماء میر سرخ، شریعت اللہ، ابوالبرکات، میر بزرگ، مخدوم اعظم جلال اکبر اور عظیم اللہ کے نام سے مشہور ہیں (خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۵)

[۳] سیر العارفین ص ۱۵۵ و تحفۃ الکرام ص ۳۶۷ از میر شیر علی قانع ٹھٹوی (اردو ترجمہ از اختر رضوانی)

[۴] اخبار الاخیار ص ۶۱ خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۷-۳۸، تحفۃ الکرام ص ۳۶۷ - ۳۸۹

کے تین بزرگوں یعنی امام عبداللہ حنفی، قاضی شہر ابوحنیفہ اور شیخ شمس الدین شیرازی کا ذکر کیا ہے[۱] حضرت جلال سرخ بھکر سے ملتان منتقل ہو گئے اور اس انتقالِ سکونت کی وجہ یہ تھی کہ بعض اہل قرابت اور برادری کے لوگوں سے نزاع ہو گیا[۲] نواب صدیق حسن لکھتے ہیں[۳]

نخستین از بخارا برآمده بخانقاه	بخارا سے نکل کر پہلے خانقاہ
شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا اقامت	شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا میں مقیم
گزید وکان ذالک فی سنتہ	ہوئے اور یہ واقعہ ۶۳۵ھ ۱۲۳۷ء

ستۃ مائتہ و خمس و ثلاثین میں ہوا۔

تحفۃ الکرام میں تحریر ہے کہ جس وقت حضرت جلال سرخ بھکر میں پہنچے تو اس وقت ان کے ہمراہ ان کے دو فرزند علی اور جعفر تھے خزینۃ الاصفیاء کی روایت یہ ہے کہ یہ دونوں فرزند بخارا واپس چلے گئے اور پھر کبھی ہند پاکستان نہیں آئے۔ ممکن ہے ان کی واپسی میں آپس کے نزاع کو بھی دخل ہو، جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت جلال الدین سرخ اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے انتقال کے بعد کچھ دنوں اور ملتان میں رہے اور پھر اپنے مرشد زادہ شیخ صدر الدین عارف کی اجازت و حکم سے اوچ میں سکونت پذیر ہوئے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت جلال سرخ کا اوچ میں آنا جانا ان کے مرشد کی زندگی میں ہو گیا تھا۔ مگر وہاں مستقل سکونت حضرت عارف

---

۱ سفرنامہ ابن بطوطہ جلد دوم ص ۱۸ (طبع کراچی)

۲ سیر العارفین ص ۱۵۵ اخبار الاخیار ص ۶۱ خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص ۳۵

۳ الفرع النامی من الاصل السامی از نواب صدیق حسن خاں ص ۱۴
(مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۱ھ)

کی اجازت سے اختیار کی، حضرت مخدوم فرماتے ہیں ؎۱

"شیخ کبیر بہاء الحق والدین نے دعا گو کے دادا کو بعد تیس برس کے اچہ کی طرف بھیجا۔ بعد وفات شیخ کبیر کے شیخ صدرالدین نے چند زمانہ رکھا بعد اس کے اجازت دی کہ اچہ میں ساکن ہو۔"

حضرت بہاء الدین زکریا کے انتقال (۶۶۱ھ / ۱۲۶۲ء) کے کچھ مدت بعد حضرت جلال سرخ اوچ میں پہنچے۔ مؤلف تاریخ اوچ لکھتے ہیں ؎۲ کہ ۶۶۱ھ / ۱۲۶۲ء میں حضرت جلال سرخ اوچ پہنچکر سکونت پذیر ہوئے۔ اس وقت اس مقام کا نام دیوگڑھ تھا، اور یہاں کا راجہ دیو سنگھ تھا۔ وہ حضرت کے رعب سے بھاگ گیا اور اس مقام کا نام اوچ ہوگیا۔ شیخ محمد اکرام صاحب نے اس بیان کو قبول کرلیا ہے ؎۳ حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ اس شہر کا نام "اچہ" طبقات ناصری اور عوفی کے تذکرہ لباب الالباب اور چچ نامہ میں مذکور ہے۔ اور قباچہ کی حکومت کے بعد التمش کے زیر نگیں آیا۔ لہٰذا کسی راجہ کا یہاں قابض ہونا تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔

حضرت جلال سرخ نے اوچ میں قیام کے بعد اصلاح و تبلیغ کا کام پوری مستعدی کے ساتھ شروع کردیا۔ علاقہ اوچ کی اقوام چدہر، ڈہر اور سیال وغیرہ نے حضرت کی ہدایت سے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا ؎۴ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں ؎۵

ہزارہا مخلوق خدارا بہدایت ہادی حقیقی براہِ راست آورد و شہر جھنگ سیالاں کہ در پنجاب مشہور معروف است بنا فرمود۔	ہزارہا مخلوق خدا کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے راہ راست پر لائے اور شہر جھنگ سیالاں کی جو پنجاب میں مشہور و معروف ہے بنیاد ڈالی

؎۱ الدرالمنظوم ص۶۶۷-۶۶۸ ؎۲ تاریخ اوچ ص۹۵ ؎۳ آب کوثر ص۳۰۹

؎۴ تاریخ اوچ ص۹۸ ؎۵ خزینۃ الاصفیاء جلد دوم ص۳۶

اس علاقہ کا ایک راجہ گھلو بھی حضرت جلال سرخ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا۔ جس کی اولاد ٹھٹھہ گھلواں، اوماڑہ، جھنڈ میانی، بیٹو واہی، چوٹالہ، خانواہ، ملک پور، صبراہ، کرم علی والا اور سعد اللہ پور (ضلع ملتان) کے مواضعات میں پھیلی ہوئی ہے [1]

تقریباً پچانوے سال کی عمر میں ۱۹ جمادی الاول ۶۹۰ھ / ۱۲۹۱ء کو حضرت جلال سرخ کا وصال ہوا۔ سن وصال لفظ "مخدوم" سے برآمد ہوتا ہے [2] اس زمانے میں اوچ ایک وسیع قصبہ تھا اور حضرت جلال سرخ کا قیام اس موقعہ پر تھا جو موجودہ اوچ سے چھ کوس کے فاصلہ پر چناب رسول پور کے نام سے مشہور ہے اور وہیں پر دفن ہوئے۔ مگر دریا کی طغیانی کی وجہ سے حضرت جلال سرخ کی خاک پاک کو اس موقعہ پر منتقل کیا گیا، جو بیونک بیلا کہلاتی ہے۔ یہاں دریا کی طغیانی نے مزار پر حملہ کیا پھر یہاں سے دوبارہ خاک کو نکال کر صدر الدین راجو قتال (ف ۸۲۷ھ / ۱۴۲۴ء) کے مزار کے متصل دفن کیا گیا۔ پھر مخدوم محامد نوبہار اوّل نے ۱۰۲۶ھ / ۱۶۱۷ء میں یہ ارادہ کیا کہ حضرت کی خاک پاک کو راجو قتال کے مقبرے سے نکال کر علیحدہ دفن کیا جائے۔ اس سلسلہ میں جنگ وجدال تک نوبت پہنچی چوتھی مرتبہ حضرت جلال سرخ کی خاک پاک یہاں سے نکال کر اس موقعہ پر دفن کی گئی جہاں اب مزار ہے [3]

حضرت کے مقبرہ کی موجودہ عمارت کو ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء میں نواب بہاول خاں ثالث امیر بہاولپور نے نہایت پائدار صورت میں بنوایا۔ مقبرہ کے احاطے میں ایک کنواں اور تالاب کھدوایا پھر ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء میں نواب صادق محمد خاں رابع نے اس کی مرمت، وسعت اور خوبصورتی کا مزید اہتمام کیا۔ مقبرہ کے دروازہ پر یہ رباعی درج ہے [4]

یارب برسالت رسول الثقلین — یارب بغزا کنندۂ بدر وحنین
عصیان مرا دو حصہ کن درعرصات — نیمے بہ حسن بخش و نیمے بہ حسین

---

[1] تذکرہ صدر الدین عارف ص ۱۷۱

[2] تعجب ہے کہ مولوی نور احمد خاں فریدی مؤلف تذکرۂ صدر الدین عارف نے حضرت جلال سرخ کی تاریخ وفات ۷۸۵ھ لکھدی ہے جو قطعاً غلط ہے (تذکرہ صدر الدین عارف ص ۱۷۱)

[3] ملاحظہ ہو تاریخ اوچ ص ۹۷ — ۹۸ [4] ایضاً